تحقیق وتنقید

مکی عہد نبوی میں مسلم آبادی
ایک تجزیاتی مطالعہ

ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی

اگرچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے مکی دور میں مشرف بہ اسلام ہونے والے عربوں کی کل تعداد کا مصادر میں کوئی ذکر نہیں ملتا تاہم متعدد ایسے شواہد اور قرائن ملتے ہیں جن کی بنا پر مکی دور کے مسلمانوں کی کل آبادی کا ایک جامع تجزیہ کیا جا سکتا ہے۔ ابن اسحاق، ابن سعد اور بلاذری وغیرہ متعدد قدیم مورخوں اور سیرت نگاروں نے مکی دور کے مسلمانوں کے بارے میں کچھ اعداد وشمار فراہم کیے ہیں۔ جو سابقون الاولون کے مختلف سماجی اور قبائلی طبقوں پر روشنی ڈالتے ہیں نیز ان کی عددی طاقت کا ایک اندازہ بھی بیان کرتے ہیں۔ قدیم مورخین نے مکی دور کے مختلف مراحل میں اسلام لانے والوں کی چند فہرستیں بھی دی ہیں۔ یہ فہرستیں قدیم ترین مسلمانوں کے کئی طبقات پر مشتمل ہیں۔ مثلاً سب سے پہلی فہرست ان مسلمانوں پر مشتمل ہے جو سب سے پہلے اسلام لائے[۱] دوسری فہرست ان مسلمانوں کی ہے جو حضرت ابوبکر صدیق کی دعوت وتبلیغ پر مسلمان ہوئے[۲]۔ دو مزید فہرستوں کا تعلق مہاجرین حبشہ کے اوّل[۳] و دوم طبقہ[۴] سے ہے۔ ان کے علاوہ کچھ فہرستیں مہاجرین مدینہ سے متعلق ہیں[۵]۔ ایک فہرست ان بے کس و بے سہارا مسلمانوں کی ہے جو خدا کا نام لینے کے سبب قریش کے ظلم وستم کا نشانہ بنے تھے[۶]۔ مزید براں صحابہ کرام کی سوانح وطبقات سے متعلق کتابوں جیسے ابن سعد کی الطبقات الکبریٰ، ابن عبدالبر کی الاستیعاب، ابن اثیر کی اسد الغابہ اور ابن حجر کی الاصابہ وغیرہ میں مکی دور میں اسلام قبول کرنے والوں کے بارے میں انفرادی اعتبار سے معلومات ملتی ہیں۔

ابھی تک عہد نبوی میں مسلمانوں کی عددی طاقت کا کوئی جامع اور مفصل تجزیہ نہیں کیا گیا ہے۔ تمام سیرت نگاروں اور مورخوں نے مکی اور مدنی دور میں اسلام قبول کرنے والوں کا ذکر ضرور کیا ہے لیکن ان کا زور زیادہ تر سیرت نبوی کے حوالے سے اسلام وکفر کی آویزش پر رہا ہے

اور انھوں نے تحریک اسلامی کی اشاعت و ترقی کے پہلو سے اس موضوع کا مطالعہ نہیں کیا ہے۔ ہمارے جدید مسلم مورخوں نے بالخصوص اس اہم پہلو پر توجہ بہت کم دی ہے۔ چنانچہ ان کی تحریر کردہ سیرت اور تاریخ کی کتابوں میں اسلام کی نشر و اشاعت پر اتنی بھی معلومات نہیں ملتیں جتنی قدیم سیرتوں اور تاریخوں میں دستیاب ہو جاتی ہیں۔ اس کا جزوی سبب یہ ہے کہ ان کی نگاہ کا مرکزی نقطہ دعوتِ رسول سے زیادہ شخصیتِ رسول رہی ہے اور کچھ ان کی جدید تاریخی تحلیل و تجزیہ کے اصولوں اور طریقوں سے ناواقفیت بھی رہی ہے۔ دوسری طرف مستشرقین اور جدید مشرقی اور مغربی مورخین ہیں جو مصادر پر بھی پوری قدرت رکھتے ہیں اور تاریخ نویسی کے جدید اصولوں اور طریقوں سے بھی کماحقہ واقف ہیں لیکن ان کے ساتھ مشکل یہ ہے کہ وہ اپنے مذہبی، سماجی، سیاسی اور تہذیبی تعصبات کی بنا پر تحریک اسلامی کا اس کے صحیح تاریخی تناظر میں مطالعہ نہیں کرتے۔ لیون کیتانی (LEON CAETANI)[۳] اور مونٹگمری واٹ (MONTGOMERY WATT)[۴] وغیرہ نے عصر جدید میں مکی مسلمانوں کی فہرستیں مرتب کی ہیں اور ان کے سماجی اور قبائلی تجزیے کیے ہیں مگر وہ معلوم و مذکور وجوہ سے جامع اور کامل نہیں ہیں۔

مستشرقین کے ان تجزیوں میں بالخصوص مکی مسلمانوں کی فہرستوں میں کئی نقص پائے جاتے ہیں۔ اول یہ کہ وہ صرف مکی عہد میں اسلام قبول کرنے والوں کو ہی شامل نہیں کرتے بلکہ مدنی عہد میں مسلمان ہونے والے قریشیوں کو بھی اس میں شریک کر لیتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس سے صرف مکی عہد کے مسلمانوں کی عددی طاقت کی تعیین کرنی ناممکن ہو جاتی ہے۔ دوم یہ کہ وہ عام طور سے قدیم اسلامی مورخوں اور سیرت نگاروں کی فہرستوں پر تکیہ کرتے ہیں اور بہت ہوا تو ان مسلمانوں کو شامل کر لیتے ہیں جن کے اسلام لانے کا صریحی ذکر مل جاتا ہے۔ وہ قریش کے مختلف بطون اور خاندانوں کی عددی طاقت اور ان میں اسلام لانے والوں کے عددی تناسب کو اپنے دائرہ فکر و بحث سے خارج کر دیتے ہیں۔ اس سے کہیں زیادہ تعجب و افسوس کی بات یہ ہے کہ آزادی و مساواتِ نسواں کے یہ علمبردار مسلم خواتین اور بچوں کو اپنی فہرستوں اور تجزیوں میں کوئی جگہ نہیں دیتے۔ سوم یہ کہ وہ قریش مکہ اور ان کے شہری حلفاء اور موالی کے سوا دوسرے غیر قریشی اور غیر مکی مسلمانوں کو بھی اپنے تجزیہ و تحلیل کے دائرے سے خارج سمجھتے ہیں۔ ان کی نگاہ کا اصلی مرکز صرف مکہ مکرمہ کے باشندے ہوتے ہیں۔ ان تمام نقائص کی بنا پر ہم ان کی فہرستوں اور تجزیوں کو حیاتِ نبوی کے مکی دور میں اسلامی تحریک کی توسیع و ترقی سے متعلق نہیں گردان سکتے۔

جدید مورخوں اور سیرت نگاروں کے افراط وتفریط پر مبنی اس رویہ اور انداز نگارش کی بنا پر مکی عہد کی اسلامی تحریک کی کارفرمائی کا صحیح تجزیہ ابھی تک نہیں کیا جا سکا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی دعوت اور اس کے اثرات و نتائج کے بارے میں ہماری معلومات نہ صرف یہ کہ ناقص ہیں بلکہ ان کے بارے میں بہت سی غلط فہمیاں بھی راہ پا گئی ہیں۔ ہم زیر نظر مباحثہ میں مکی دور میں اسلام لانے والوں کا ایک عددی مطالعہ اور تجزیہ پیش کریں گے۔ تاریخ اسلامی کے مصادر سے مکی مسلمانوں کے اعداد و شمار بیان کریں گے اور آخر میں ان کی بنا پر اس دور کی اسلامی تحریک کی کارکردگی اور اثر انگیزی کی تحدید و تعیین کریں گے۔ تاکہ سیرت نبوی کے مکی دور کی تاریخ دعوت و تبلیغ کے اہم ترین باب کا صحیح مطالعہ کیا جا سکے۔ اپنی اور قارئین کی آسانی نیز معلومات کی واضح تنقیح کے لیے ہم اپنا یہ مطالعہ خاندان وار کریں گے۔ اس سے نہ صرف مسلمانوں کی عددی طاقت کا پختہ ثبوت ملے گا بلکہ اسلام کی طرف ہر خاندانِ قریش اور بطنِ عرب کا رویہ بھی واضح ہوگا۔

لیکن اصل بحث شروع کرنے سے پہلے آبادی سے متعلق اعداد و شمار کا ایک جدید اصول معلوم کرنا ضروری ہے۔ چونکہ قرونِ وسطیٰ میں مردم شماری کا طریقہ رائج نہیں تھا اس لیے کسی علاقے یا سلطنت کی آبادی کا تخمینہ پیدائش و وفات کے اعداد و شمار کے حساب سے لگایا جاتا ہے اور اس کو (DEMOGRAPHIC PRINCIPLE) کہا جاتا ہے۔ اس کے اطلاق کا طریقہ یہ ہے کہ بالغ مردوں کی معلوم تعداد کو ۴.۵ (چار اعشاریہ پانچ) سے ضرب کر دیا جاتا ہے[۹]۔ لیکن چونکہ ضرب کا یہ تناسب جدید دور سے متعلق ہے لہٰذا قرونِ وسطیٰ کی آبادی کا تخمینہ لگانے کے لیے بالغ مردوں کی معلوم تعداد کو ۶-۷ (چھ سات) سے ضرب دینا چاہئے کیونکہ اس زمانے میں تعدد ازواج اور غلامی کے دو ایسے رواج تھے جن سے آبادی میں بالعموم اور ہر خاندان کی عددی طاقت میں بالخصوص اضافہ ہوتا تھا۔ ظاہر ہے کہ آبادی کے تخمینہ کا یہ اصول اس کے اوسط پر مبنی ہے کیونکہ بعض خاندانوں کی افرادی قوت چھ سات سے کم ہوتی ہوگی اور بعضوں کی اس سے کہیں زیادہ۔ اس کمی بیشی میں توازن اوسط کے اصول سے پیدا ہو جاتا ہے۔ ایک جدید مورخ برکات احمد نے ہجرت نبوی کے وقت مدینہ منورہ کی یہودی آبادی کا تخمینہ اسی اصول کے مطابق لگایا ہے[۱۰]۔ جو بظاہر صحیح معلوم ہوتا ہے کیونکہ انھوں نے اپنے دعوی کے اثبات کے لیے بڑے قوی دلائل دئے ہیں۔ ہمارے مطالعہ سے اس کی مزید تصدیق ہوگی۔

ابن اسحاق نے مکہ مکرمہ میں اسلام قبول کرنے والوں اور مہاجروں کی کئی فہرستیں اور اعداد و شمار

دئے ہیں۔ ان میں سے اولین فہرست قدیم ترین مسلمانوں کی ہے جن کی تعداد چار ہے۔ سردست اس مختلف فیہ مسئلہ سے بحث نہیں کہ حضرات خدیجہ بنت خویلد، زید بن حارثہ، ابوبکر صدیق اور علی بن ابی طالب میں سے سب سے پہلے کون اسلام لایا تھا مگر یہ حقیقت سب کو تسلیم ہے کہ یہی چاروں بزرگ قدیم ترین مسلم تھے۔[10] ابن اسحاق ہی کی ایک اور روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ کے بعد "تین اشخاص ابوذرؓ، بریدہؓ اور ابوذرؓ کے ایک چچیرے بھائی نے اسلام قبول کیا"[11] سیرت نگار مذکور کی ایک اور روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کی تبلیغ سے متاثر ہو کر حضرات زبیر بن عوامؓ، عثمان بن عفانؓ، طلحہ بن عبید اللہؓ، سعد بن ابی وقاصؓ اور عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے اسلام قبول کیا[12]۔" اس طرح مذکورہ بالا حضرات خمسہ کا پہلے آٹھ مسلمانوں میں شامل ہونا ایک اور روایت سے بھی واضح ہوتا ہے۔ مذکورہ بالا دو تین فہرستوں کے بعد ابن اسحاق نے چھیالیس[13] قدیم مسلمانوں کی فہرست دی ہے جن کا تعلق قریش کے مختلف خاندانوں سے ہے۔[14] مورخ مذکور کا بیان ہے کہ "ان کے بعد عورتوں اور مردوں نے اکا دکا اسلام قبول کرنا شروع کر دیا یہاں تک کہ اس کا چرچا ہونے لگا اور اسلام کی دعوت آشکار ہوگئی"۔[15] ابن اسحاق نے ان انفرادی طور سے مسلمان ہونے والوں کی نہ تعداد کا حوالہ دیا ہے اور نہ بیشتر حالات میں ان کے ناموں کا۔

یہ عجیب بات ہے کہ کمزور طبقات کے افراد (ضعفاء المسلمین) کے اسلام قبول کرنے کے زمانے کی تعیین کسی سیرت نگار یا مورخ کے یہاں نہیں ملتی اگرچہ ان کے قدیم الاسلام ہونے کا ذکر قریش کی ایذا دہی کے باب میں سب سے پہلے آتا ہے۔ بہرحال ان میں متعدد ناموں کا ذکر مآخذ میں ملتا ہے اور ان کی تعداد کم از کم پندرہ بتائی گئی ہے۔[16] سنہ ۶ھ میں حضرت عمر بن خطاب کے قبول اسلام کے وقت "چالیس سے کچھ زیادہ مرد اور گیارہ مسلمان عورتیں تھیں"۔[17] یہ واضح رہے کہ یہ تعداد ان مکی مسلمانوں کی معلوم ہوتی ہے جو ہجرت حبشہ کے بعد مکہ مکرمہ میں بچے تھے کیونکہ حضرت عمر روایات کے مطابق پہلی ہجرت حبشہ کے بعد ایمان لائے تھے۔ مآخذ کے مطابق پہلی ہجرت حبشہ میں مکہ کے گیارہ مسلمان مردوں اور چار عورتوں نے راہ خدا میں ترک وطن کیا تھا۔[18] اور دوسری ہجرت میں جو ایک سال بعد ہوئی تھی ۸۳ یا ۸۶ مکی مسلمانوں نے ہجرت کی تھی۔[19] ابن اسحاق نے ایک اہم بات یہ کہی ہے کہ مہاجرین حبشہ کی مذکورہ بالا تعداد بالغ مردوں اور عورتوں کی تھی اور ان میں نابالغ بچوں کی تعداد شامل نہیں تھی جو اپنے والدین یا سرپرستوں کے ساتھ ہجرت پر مجبور ہوئے تھے۔[20] اگرچہ مستشرقین اور بعض جدید مورخین نے پہلی اور دوسری ہجرت حبشہ کی تقسیم کو مسترد کر دیا ہے تاہم ان کو بھی تسلیم ہے کہ حبشہ میں سو سے اوپر

مکی مسلمان پناہ لے چکے تھے اور ان کی خاصی بڑی تعداد جس کی تعیین مشکل ہے کہ مکرمہ میں باقی رہ گئی تھی۔[۲۱] ان میں سے بیشتر وہ لوگ تھے جن کو اپنے قبیلوں کی حمایت و پناہ (جوار) حاصل تھی اور ضعفاء المسلمین تو بیچارے سب کے سب مکہ مکرمہ میں قریش کے فرعونوں کا ظلم و ستم سہنے کے لیے رہ گئے تھے۔[۲۲]

مآخذ میں مہاجرین مدینہ کی بھی کئی فہرستیں ملتی ہیں جن سے مکی مسلمانوں کی تعداد کا اندازہ ہوتا ہے ان فہرستوں میں اوپر کی دونوں فہرستوں کے نام بھی شامل ہیں اس لیے ان کی تعداد کا ذکر یہاں نہیں کیا جا رہا ہے۔ لیکن یہاں دو اہم نکات کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ اول یہ کہ ہمارے مآخذ تمام مکی مہاجرین کے اسمائے گرامی نہیں گناتے، دوم یہ کہ متعدد مکی مسلمان اپنی مجبوریوں کے سبب مدت تک ہجرت کی سعادت سے محروم رہے تھے۔[۲۳] لہٰذا مکی مسلمانوں کی مجموعی تعداد کا تخمینہ مشکل ہے۔ البتہ دو ایسی روایات مآخذ میں ملتی ہیں جن سے ان دونوں مکی طبقات کی عددی طاقت کا موٹا سا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ابن اسحاق کے مطابق فتح مکہ کی مہم میں تمام مہاجرین مکہ نے شرکت کی تھی اور ان کی تعداد سات سو مجاہدین بتائی گئی ہے۔[۲۴] جبکہ صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیان مکہ کے ضعفاء المسلمین کی تعداد جنھوں نے مکہ سے بھاگ کر اور صلح کی شرط کے مطابق مدینہ میں پناہ نہ پا کر عیص نامی مقام پر اپنا مرکز قائم کیا تھا تقریباً ستر مذکور ہوئی ہے۔[۲۵] ظاہر ہے کہ ان دونوں طبقات کی مذکورہ بالا تعداد میں قابل ذکر تعداد میں وہ حضرات بھی شامل رہے ہوں گے جو مدنی زمانہ میں مشرف بہ اسلام ہوئے تھے لیکن یہ بھی ایک اہم حقیقت ہے کہ مکی مسلمانوں کی تعداد غالب اکثریت کی تعریف میں آتی ہے۔ مستشرقین نے مہاجرین کی تعداد کو ایک طرف تو اپنے مخصوص نظریات کے سبب گھٹا کر دکھانے کی کوشش کی ہے اور دوسری طرف ہجرت کے سبب مدینہ منورہ کی معیشت پر بار گراں پڑنے کے ضمن میں ان کی تعداد کو قابل لحاظ اور کثیر قرار دیا ہے۔[۲۶] مونٹگمری واٹ کی مکی مسلمانوں کی فہرست میں جو عہد نبوی کے دونوں ادوار کے کل بالغ مرد مسلمانوں پر مبنی ہے صرف ایک سو اٹھاسی[۱۸۸] نام گنائے گئے ہیں[۲۷] مستشرقین کے نزدیک ان کی کل تعداد سو سوا سو سے متجاوز نہیں تھی۔[۲۸] جبکہ مسلم مورخین کے نزدیک مہاجرین مکہ کی کل تعداد سیکڑوں سے متجاوز تھی۔[۲۹] اگرچہ تعداد کا تخمینہ عموماً ان کے ہاں بھی نہیں پایا جاتا ہے۔

ذیل میں ہم قریش کے مختلف خاندانوں میں مسلمانوں کی تعداد کا تجزیہ قبیلہ و خاندان وار کر رہے ہیں تا کہ مکی عہد کے مسلمانوں کی تعداد کا صحیح تخمینہ لگایا جائے۔

بنو ہاشم: خاندان رسول

مختلف روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ خاندان رسالت کئی افراد پر مشتمل تھا۔ رسول اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ آپ کی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہ اور آپ کی چار صاحبزادیاں اس میں شامل تھیں[30] اگرچہ آپ کی اولاد نرینہ زیادہ دنوں تک زندہ نہیں رہی تھی۔ ان کے علاوہ ابن اسحاق اور دوسرے مآخذ سے پتہ چلتا ہے کہ پہلے دو شوہروں عتیق مخزومی اور ابو ہالہ تمیمی حلیف عبدالدار سے حضرت خدیجہ کی بالترتیب ایک لڑکی اور ایک لڑکا حارث بن ابی ہالہ اور ایک لڑکی تھی[31] ان میں حضرت حارث بن ابی ہالہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں شروع میں ہی شہید کر دیے گئے تھے[32] ان کے ایک اور بھائی حضرت طاہر تھے جو بعد میں گورنر بنے[33] حضرت خدیجہ کی پہلی اولادیں آپ کے دامن تربیت ہی سے وابستہ تھیں۔ اس لحاظ سے خاندان نبوی دس افراد پر مشتمل تھا۔ چونکہ عرب دستور کے مطابق موالی بھی خاندان کے ارکان ہی شمار ہوتے تھے اس لیے آپ کے آزاد کردہ یا غلام موالی کا شمار بھی کرنا چاہیئے۔ ان میں حضرت خدیجہ کے غلام میسرہ[34] کا نام سر فہرست ہے اور دوسرے غلامان رسول میں حضرات ابورافع[35]، صالح شقران[36]، ابوکبشہ[37]، انسہ[38] اور رافع یا رویفع[39] کا ذکر ملتا ہے جو سب کے سب مکی دور کے مسلم تھے۔ اس طرح محض خاندان رسول کے مسلمانوں کی تعداد کم از کم پندرہ ہو جاتی ہے۔ امکان ہے کہ بعض اور موالی بھی وابستۂ دامانِ دولت رہے ہوں۔ ان میں حضرت زید بن حارثہ کلبی[40] کا اپنا گھرانا بھی تھا جو کم از کم ان کے علاوہ دو مزید افراد یعنی ان کی اہلیہ محترمہ حضرت ام ایمن[41] اور ان کے فرزند حضرت اسامہ بن زید پر مشتمل تھا[42]۔ ان کو شامل کر کے یہ تعداد اٹھارہ ہو جاتی ہے۔ اور یہ ہمارے مقرر کردہ اصول تخمینہ آبادی کے مطابق تین خاندانوں کی عددی طاقت پر حاوی ہے۔

دوسرے بنو ہاشم کے خاندانوں میں طالبی گھرانے کے کم از کم دو مردوں کا ذکر ملتا ہے یعنی حضرات جعفر بن ابی طالب[43] اور ان کے برادر خورد علی بن ابی طالب[44]۔ ان میں سے اول الذکر کی اہلیہ حضرت اسماء بنت عمیس خثعمی بھی مکی مسلمان تھیں اور حبشہ میں ان کے ہاں عبداللہ بن جعفر اور محمد اور عون پیدا ہوئے تھے[45] حضرت علی کو خاندان رسول کا ایک فرد سمجھنا چاہیئے کہ وہ آپ کی کفالت میں تھے۔ حضرت علی کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد نے بھی[46] مکہ مکرمہ میں ہی کسی وقت غالباً ابوطالب کی وفات کے بعد اسلام قبول کر لیا تھا[47]۔ ایک خاندان حضرت حمزہ بن عبدالمطلب ہاشمی کا تھا۔ ان کے اسلام کا تو ذکر ملتا ہے مگر ان کے اہل و عیال کا ذکر ملتا ہے اور نہ ان کے اسلام کا جبکہ یہ یقینی امر ہے کہ ان کا خاندان تھا اور وہ صاحب عیال بھی تھے۔ کم از کم ان کی ایک باندی کا ذکر بھی ملا ہے۔ تفحص سے ان کے دوسرے متوسلین کا بھی ذکر مل سکتا ہے[48] حضرت عباس بن عبدالمطلب

ہاشمی کے بارے میں اگرچہ یہ ذکر آتا ہے کہ وہ مکی عہد کے قدیم الاسلام شخص تھے اور ان کے خاندان کے افراد نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا[۵۳] مگر یہ روایات مشتبہ ہیں اس لیے ان کو ہم بطور احتیاط مکی مسلمانوں میں شمار نہیں کرتے۔ غالباً انھیں کے مانند دوسرے ہاشمیوں نے بھی مدنی دور میں کسی وقت اسلام قبول کیا تھا۔[۵۴]

اگرچہ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب کی ازواج و اولاد کے اسلام لانے کا ذکر نہیں ملتا تاہم ان کے بعض حلیفوں کے بارے میں صراحت آتی ہے کہ وہ مکی عہد میں اسلام لائے تھے۔ ابن سعد وغیرہ نے ان کے صرف دو افراد حضرات ابو مرثد کناز بن حصین اور ان کے فرزند اکبر مرثد کا ذکر کیا ہے اور انھیں کا ذکر مستشرقین کی فہرست میں ملتا ہے مگر ابن اثیر نے ان کے دو اور افراد انس بن ابی مرثد اور انیس بن ابی مرثد کا بھی ذکر کیا ہے۔[۵۵] سربراہ خاندان کی عمر بوقت ہجرت مدینہ تقریباً چون سال کی تھی ظاہر ہے کہ ان کے خاندان کے دوسرے افراد بھی اسلام لائے تھے جن کا ذکر تاریخوں میں نہیں آسکا۔

بنو مطلب

بنو ہاشم کے حلیف و عزیز بنو مطلب میں حضرت عبیدہ بن حارث اور ان کے بھائیوں طفیل حصین اور ایک گمنام بھائی کے قبول اسلام کا ذکر ابن سعد میں ملتا ہے۔ مورخ مذکور کے مطابق حضرت عبیدہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دس سال عمر میں بڑے تھے اور دار ارقم میں قیام نبوی سے قبل اسلام لائے تھے۔ ان کے کم از کم چھ فرزندان گرامی معاویہ، عون، منقذ، حارث، محمد اور ابراہیم تھے اور چار صاحبزادیاں ریطہ، خدیجہ، سخیلہ، اور صفیہ تھیں اور یہ سب کے سب مختلف ماؤں کے بطن سے تھے۔[۵۶] حضرت عبیدہ چونکہ غزوہ بدر ۲ھ میں شہید ہوئے تھے اس لیے یہ ظاہر ہے کہ ان کی تمام اولادیں مکہ مکرمہ میں ہی پیدا ہو چکی تھیں۔ نہ صرف ان کا خاندان جو بارہ چودہ افراد پر مشتمل تھا مسلمان ہو چکا تھا بلکہ ان کے تینوں بھائیوں کے خاندان بھی مکی مسلم تھے۔[۵۷] اگرچہ ماخذ میں ان کے کل افراد کی تعداد کا ذکر نہیں ملتا۔ مونٹگمری واٹ کا خیال ہے کہ حضرت عبیدہ بن حارث کی تمام اولادیں مکی عہد میں نابالغ و کم عمر تھیں[۵۸] لیکن یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا کیونکہ صحابی موصوف بوقت ہجرت اکسٹھ سال کے تھے اور مکہ میں متعدد شادیاں کر چکے تھے۔ ظاہر ہے کہ ان کی عمر اور تعداد ازدواج کا تقاضا یہ تھا کہ ان کی اولاد امجاد کی عمریں کافی رہی ہوں۔ بالفرض ان کو کم عمر تسلیم بھی کر لیا جائے تو بھی وہ مسلم آبادی میں اضافہ کا سبب رہے تھے۔

اسی خاندان کا ایک اور گھرانا عباد بن مطلب کا تھا اور اس کے اولین مکی مسلم حضرت مسطح بن اثاثہ بن عباد تھے جو حضرت عبیدہ بن حارث مطلبی کے بھتیجے اور حضرت ابو بکر صدیق تیمی کے خالہ زاد بھائی تھے۔ ان کی والدہ حضرت ام مسطح حضرت ابو بکر کی والدہ ام الخیر کی حقیقی بہن تھیں اور سابقین اولین میں شمار ہوتی تھیں ان کے ایک فرزند عباد کا ذکر ضرور ملا ہے مگر ان کے دوسرے فرزندوں، دختروں یا بیویوں کا ذکر نہیں ملتا۔[۵۵] بہر حال یہ گھرانا بھی چار پانچ افراد سے زیادہ پر ضرور مشتمل تھا۔

بنو مطلب کا ایک اور گھرانا مخرمہ بن مطلب کا تھا۔ ان کے دو فرزند قیس بن مخرمہ اور صلت بن مخرمہ ابتدائی مکی مسلم تھے۔ موخر الذکر کے فرزند جہیم بن صلت اور ان کے دو صاحبزادے حکیم بن جہیم اور عمرو بن جہیم بھی ابتدائی مسلم تھے جو ہجرت کر کے مدینہ جا بسے تھے اور خیبر سے طعمہ پاتے تھے۔ ان کے علاوہ قاسم بن مخرمہ اور صلت بن مخرمہ کے تین اور فرزندوں حکیم بن صلت عمرو بن صلت اور کہیم بن صلت اور قاسم کے فرزند مخرمہ بن قاسم کا ذکر بھی ابتدائی مسلموں میں ملا ہے۔[۵۶] اس طرح کم از کم دس بالغ افراد خاندان کا حوالہ ملتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ان کی ازواج و اولاد کی تعداد نے بھی مسلم مکی معاشرہ میں اضافہ کیا تھا۔ ان کے علاوہ بنو مطلب کے دو اور گھرانے بنو علقمہ بن مطلب اور ہاشم بن مطلب کے تھے اور ان میں کئی مردوں کے اسلام کا ذکر ملتا ہے اگرچہ ان کے عہد کی تعیین مشکل ہے۔ البتہ یہ امر قطعی ہے کہ بنو مطلب کے کئی گھرانوں کی تین تین نسلیں مسلمان ہو چکی تھیں۔[۵۷] صرف مخرمہ بن مطلب کے تین فرزندوں — قیس، صلت اور قاسم — کے خاندان کی عددی طاقت ۲۱—۱۸ افراد پر مشتمل تھی۔

بنو عبد شمس / بنو امیہ

بطن بنو عبد مناف کے چار خاندانوں — بنو ہاشم، بنو عبد شمس، بنو مطلب اور بنو نوفل — میں عددی طاقت اور دنیاوی جاہ و حشمت کے لحاظ سے بنو عبد شمس بالخصوص اس کا ذیلی خاندان بنو امیہ سب سے اہم تھا۔ اسلام کے حوالے سے عموماً یہ بیان کیا جاتا ہے کہ بنو عبد شمس اور اس کے نمائندہ خاندان بنو امیہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دین کی سب سے زیادہ اور انتہائی حد تک مخالفت کی تھی۔ حالانکہ یہ قطعی غلط ہے۔ دوسرا غلط مگر مقبول عام تاثر یہ بھی ہے کہ اس کے افراد نے سب سے بعد میں اسلام قبول کیا تھا۔[۵۸] بہر کیف مآخذ سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کثیر آبادی والے قریشی خانوادے کے متعدد افراد نے مکی عہد میں اسلام قبول کر لیا تھا۔

بنوامیہ بن عبد شمس میں سب سے پہلا خاندان جو اسلام سے روشناس ہوا وہ ابواحیحہ سعید بن عاص بن امیہ اکبر بن عبد شمس کا گھرانا تھا جن کے دو افراد حضرات خالد بن سعید اور عمرو بن سعید نے ابتدائی مکی عہد میں اسلام قبول کر لیا تھا اور ابن اسحاق کے بقول وہ دونوں اپنی بیویوں امینہ بنت خلف خزاعی اور فاطمہ بنت صفوان مدلجی کے ہمراہ ہجرت حبشہ پر مجبور ہوئے تھے۔ جہاں اول الذکر کی دو اولادیں سعید اور امہ پیدا ہوئی تھیں[۵۹] موخر الذکر کے بارے میں مزید تفصیلات نہیں ملتیں اور نہ اس خاندان کے دوسرے مکی مسلمانوں کا ذکر آتا ہے۔ البتہ ان کے ایک مولی حضرت صبیح بدری صحابی تھے اور مکہ میں اسلام لائے تھے[۶۰]

مکی عہد کے اولین اموی مسلمانوں میں حضرت عثمان بن عفان ایک ممتاز مقام کے حامل ہیں۔ ان کا تعلق امیہ اکبر کے فرزند ابوالعاص کے گھرانے سے تھا۔ وہ مآخذ کی صراحت کے مطابق پہلے آٹھ مسلمانوں میں شامل تھے اور اپنے چچا حکم بن ابی العاص کے ہاتھوں ستائے جانے کے سبب اپنی زوجہ محترمہ حضرت رقیہ بنت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حبشہ ہجرت کر گئے تھے مکہ میں ان کے ایک فرزند عبداللہ پیدا ہوئے اور انھوں نے ہجرت مدینہ کے بعد ۴ھ میں چھ سال کی عمر میں وفات پائی۔ حضرت عثمان اپنی اہلیہ محترمہ کے ساتھ واپس مکہ آ گئے تھے اور بعد میں مدینہ منورہ ہجرت کی تھی[۶۱] حضرت عثمان کے دوسرے بھائی بہنوں اور عزیزوں کے قبول اسلام کے بارے میں مآخذ خاموش ہیں البتہ ان کی والدہ ماجدہ حضرت اروی بنت کریز کے بارے میں یہ تصریح ملتی ہے کہ وہ ابتدائی مکی مسلم تھیں[۶۲] حضرت رقیہ کے علاوہ حضرت عثمان کی مزید سات ازواج اور ایک ام ولد کا ذکر ملتا ہے۔ ان میں سے حضرت رملہ بنت شیبہ بن ربیعہ کو زبیری نے ابتدائی مکی مسلم اور مہاجر مدینہ بتایا ہے[۶۳]

بنو ربیعہ بن عبد شمس میں سب سے پہلے اسلام لانے کا شرف حاصل کرنے والے حضرت ابو حذیفہ تھے جو مکہ کے صف اول کے سردار عتبہ بن ربیعہ کے فرزند تھے۔ ان کی عم زاد بہن کے اسلام کا ذکر اوپر آ چکا ہے۔ وہ اپنی اہلیہ محترمہ حضرت سہلہ بنت سہیل عامری کے ساتھ حبشہ ہجرت کر گئے تھے مگر بعد میں مکہ واپس آ گئے تھے اور وہاں سے مدینہ ہجرت کی تھی۔ وہ بدری صحابی تھے۔ ان کا ایک لڑکا محمد حبشہ میں تولد ہوا تھا[۶۴] اگرچہ ان کی کئی ازواج و اولاد کا ذکر مآخذ میں آیا ہے مگر ان میں سے کسی کے بارے میں یہ کہنا مشکل ہے کہ وہ مکی عہد کے مسلم تھے یا مدنی عہد کے۔ لیکن اس امکان سے یکسر انکار کرنا بھی مشکل ہے کہ ان میں کوئی ایک مکی عہد کے مسلمان رہے ہوں۔ البتہ

ان کے موالی حضرت سالم جو مولیٰ ابی حذیفہ کے نام سے ہی معروف ہیں کی عہد کے ابتدائی مسلم تھے۔ ان کے بعض دوسرے خاندان والوں کا ذکر ملتا ہے لیکن یہ کہنا مشکل ہے کہ وہ مکی عہد کے مسلم تھے یا نہیں۔[۶۵]

مآخذ کا اصرار ہے کہ بنو حرب بن امیہ اکبر کے خاندان کے کسی فرد نے مکی عہد میں اسلام قبول نہیں کیا تھا تاہم ان کو بھی اعتراف ہے کہ خاندان سفیانی کی ایک خاتون حضرت ام حبیبہ (رملہ) بنت ابی سفیان نے اپنے شوہر عبید اللہ بن جحش (بنو غنم بن دودان) کے ساتھ ابتدا ہی میں اسلام قبول کیا تھا اور حبشہ ہجرت کی تھی جہاں ان کے شوہر تو عیسائی ہو گئے تھے مگر وہ اسلام پر ثابت قدم رہیں[۶۶] اور بالآخر اسی ثبات قدمی کے سبب وہ ۷ھ/۶۲۹ء میں ام المومنین بن کر مدینہ واپس آئیں۔ پہلے شوہر سے ان کی ایک صاحبزادی حضرت حبیبہ تھیں جو حبشہ میں پیدا ہوئی تھیں اور بعد میں وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر تربیت آئیں۔[۶۷]

اگرچہ خاندان بنو حرب کے اور کسی فرد کے مکہ میں اسلام قبول کرنے کا ذکر نہیں ملتا تاہم یہ بڑی عجیب حقیقت ہے کہ ان کے بنو اسد/خزیمہ کے حلیف بنو غنم بن دودان کے تمام مرد و زن اور بچے ابتدا ہی میں مسلمان ہو گئے تھے۔ عموماً ایسا نہیں ہوتا تھا کیونکہ سرپرست خاندان کے ساتھ اتحاد و حلف کی بنا پر حلفاء اور موالی بھی انھیں جیسا طرز عمل اپناتے تھے۔ لیکن اسلام کے معاملہ میں قبائلی اتحاد اور عصبیت وغیرہ کے عوامل بھی بے اثر ثابت ہوئے تھے۔ ابن اسحاق اور ابن سعد نے اس اموی حلیف خاندان کے تیئس[۶۸] مردوں کے نام گنوائے ہیں جو یہ ہیں:

(۱) عبد اللہ بن جحش بن رئاب (۲) ان کے بھائی ابو احمد (۳) عبد اللہ کے فرزند محمد (۴) عکاشہ بن محصن (۵) شجاع بن وہب (۶) ان کے بھائی عقبہ (۷) اربد بن حمیرہ (۸) منقذ بن نباتہ (۹) سعید بن رقیش (۱۰-۱۱) ان کے دو بھائی یزید اور عبد الرحمٰن (۱۲) محرز بن نضلہ (۱۳) قیس بن جابر (۱۴) عمرو بن محصن (۱۵) مالک بن عمرو (۱۶) صفوان بن عمرو (۱۷) ثقف بن عمرو (۱۸) ربیعہ بن اکثم (۱۹) زبیر بن عبید (۲۰) تمام بن عبیدہ (۲۱) سخرہ بن عبیدہ (۲۲) ابو سنان بن محصن (۲۳) سنان بن ابی سنان۔

ابن اسحاق نے ان کی ابتدائی مسلم عورتوں میں صرف آٹھ نام گنائے ہیں جو یہ ہیں: (۱) زینب بنت جحش (۲) ان کی بہن ام حبیب (۳) جذامہ بنت جندل (۴) ام قیس بنت محصن (۵) ام حبیب بنت ثمامہ (۶) آمنہ بنت رقیش (۷) صخرہ بنت تمیم اور (۸) حمنہ بنت جحش۔[۶۹] اس طرح بنو غنم بن دودان کے کل ابتدائی مسلمانوں کی تعداد صرف اکتیس[۷۰] بنتی ہے۔ لیکن ابن اسحاق کے ایک

بیان سے ان کے کل مسلم بالغ افراد کی تعداد چالیس معلوم ہوتی ہے۔ ابن اسحاق نے صراحت کی ہے کہ ان کے مسلم بچوں کی تعداد اس میں شامل نہیں تھی۔[۹۶]

اوپر کی تفصیلات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے متعدد افراد کسی ایک خاندان کے ارکان تھے لیکن ایک دوسری حقیقت یہ بھی عیاں ہوتی ہے کہ ان میں سب کے اپنے خاندان تھے جو مرد و زن یا اولادوں پر مشتمل تھے۔ طبقات ابن سعد اور بعض دوسرے مآخذ بالخصوص انساب کی کتابوں میں ان کا ذکر ملتا ہے[۹۷] لیکن ان کے الگ الگ تذکرہ سے اطناب کا خدشہ ہے اس لیے اس کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ تخمینۂ آبادی کے اصول کے مطابق اگر صرف تیئس مردوں کا عدد قبول کر لیا جائے جو ابن اسحاق نے بیان کیا ہے تو اس اسدی خاندان کے کل افراد کی تعداد ۱۳۸ - ۱۶۱ کے درمیان کہیں رہی ہوگی۔ بنو غنم بن دودان کی نفری طاقت کا یہ کم سے کم تخمینہ ہے ورنہ اصل تعداد اس سے کہیں زیادہ رہی ہوگی کیونکہ بنو امیہ کے یہ اسدی حلیف اپنی سماجی اور اقتصادی مضبوطی کی وجہ سے مکی سماج میں بڑی حیثیت کے مالک تھے اس لیے ان کی ازواج و اولاد اور موالی و غلاموں کی تعداد بھی خاصی رہی ہوگی جو ہمارے اس تخمینہ میں کلی طور سے شامل نہیں ہے۔ مثال کے طور پر حضرت عبداللہ بن جحش وغیرہ کی والدہ ماجدہ حضرت امیمہ بنت عبدالمطلب ہاشمی کا ذکر اس ضمن میں ہمارے مآخذ نے نہیں کیا ہے حالانکہ وہ ابتدائی مکی عہد کی مسلم تھیں۔[۹۸]

بنو عبد شمس / بنو امیہ کے ایک اور حلیف حضرت معیقیب بن ابی فاطمہ دوسی تھے جو بیشتر مستند مورخین کے مطابق قدیم مکی مسلم تھے اور مہاجر حبشہ بھی۔ مگر بعض روایات کے مطابق وہ مکہ کے قریش کے ظلم و ستم سے بچنے کے لیے اپنے قبیلہ میں واپس چلے گئے تھے اور وہاں تبلیغ دین کا فریضہ انجام دیتے رہے تھے۔[۹۹] تاریخی شواہد اور قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ بنو عبد شمس اور بنو امیہ کے حلفاء کی تعداد کافی تھی لیکن ان کے مکی عہد میں اسلام قبول کرنے کی مزید صریح شہادت نہیں ملتی۔

بنو عبد شمس کے دوسرے خاندانوں — بنو ابی عمرو بن امیہ، بنو ابو العیص اور بنو عبد العزیٰ بن عبد شمس وغیرہ — کے افراد و طبقات کے مکی عہد میں مشرف بہ اسلام ہونے کا مزید تاریخی ثبوت نہیں ملتا۔ البتہ موخر الذکر خاندان کے ابو العاص بن ربیع کی اہلیہ حضرت زینب جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر تھیں اور ان کی صاحبزادی حضرت امامہ بنت ابو العاص مکی عہد کی مسلمان تھیں۔[۱۰۰] بہر حال اس امکان سے قطعی طور سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ بنو امیہ کے مختلف گھرانوں میں مکی عہد کے مسلم

رہے ہوں جن کا ذکر عہد عباسی میں اموی دشمن رجحانات کے حامل مورخین کی کتابوں میں بار نہ پا سکا ہو ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وفات نبوی کے صرف نصف صدی بعد محض مدینہ منورہ میں امویوں کی عددی طاقت ایک ہزار افراد سے متجاوز تھی[64]۔ ظاہر ہے کہ اس عہد میں اموی آبادی مدینہ کے علاوہ، مکہ مکرمہ، دمشق و شام اور دوسرے اسلامی مراکز و اعمال میں بھی کم یا زیادہ تھی۔ اس سے ایک موٹا سا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ عہد نبوی میں مکہ مکرمہ میں ان کی تعداد کتنی رہی ہوگی۔

بنو نوفل

جس طرح بنو ہاشم و بنو مطلب میں قبائلی و خاندانی یگانگت بتائی جاتی ہے اسی طرح بنو عبد مناف کے باقی دو گھرانوں بنو عبد شمس و بنو نوفل کو ایک دوسرے کا اتحادی قرار دیا جاتا ہے[65]۔ اسلامی مورخین نے دین و مذہب کے حوالے سے اس یگانگت کا مطالعہ کیا ہے اور جدید مورخین اور مستشرقین نے سماجی، سیاسی اور اقتصادی گروہ بندیوں کے حوالے سے۔ مگر یہ دلچسپ و عجیب واقعہ ہے کہ بنو عبد مناف کے بطن کے باقی تین گھرانوں کے متعدد یا بعض افراد کے عہد مکی میں اسلام قبول کرنے کی شہادت ملتی ہے لیکن بنو نوفل کے کسی مکی مسلم کا ذکر نہیں آتا۔ ان کے تمام افراد یا سارے گھرانے کے فتح مکہ میں اسلام لانے کی صراحت ملتی ہے۔ البتہ ان کے ایک حلیف حضرت عتبہ بن غزوان مازنی اور حلیف مذکور کے مولیٰ حضرت خباب بن ارت تمیمی کے بارے میں یہ حتمی صراحت ملتی ہے کہ وہ ابتدائی مکی عہد میں مشرف بہ اسلام ہوئے تھے۔ یہ دونوں حلیف و مولیٰ مہاجر حبشہ بھی تھے اور بدری صحابی بھی۔ لیکن بعض روایات نے مولیٰ کو صحابہ کرام کے ان دونوں طبقات میں نہیں شمار کیا ہے[66]۔

مکہ میں اسلام یا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بنو نوفل کے رویہ کا حوالہ ایک روایت میں ملتا ہے جو مورخین کے نزدیک تاریخ کا مسلمہ واقعہ ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ سفر طائف کے بعد جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھرانے بنو ہاشم کی حمایت سے محروم کر دیئے گئے تھے تو اسی خانوادۂ بنی عبد مناف نے آپ کو جوار (پناہ/حمایت) دی تھی اور آپ باقی مکی حیات طیبہ کے دوران بنو نوفل کے سردار مطعم بن عدی بن نوفل اور ان کے فرزندوں کی حمایت و حفاظت میں تا ہجرت مدینہ مکہ میں مقیم رہے تھے۔ اس احسان و حسن عمل کو آپ نے ہمیشہ یاد رکھا تھا[67]۔ لہٰذا مکی عہد میں ان کے بعض افراد کے قبول اسلام کے امکان کو یکسر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

بنو مخزوم

مکی سماج میں اگر کوئی خاندان بنو عبد مناف کا مدمقابل تھا تو وہ بنو مخزوم تھے۔[۷۸] لیکن اسلام کے باب میں ان کا رویہ دوسرے قریشی قبائل سے علیحدہ نہیں تھا۔ ان میں اسلام کے نام لیوا بھی تھے اور مخالف بھی۔ اسلام کا سب سے بڑا دشمن ابوجہل عمرو بن ہشام اسی خانوادہ کا شیخِ وقت تھا مگر اسلام کی کارفرمائی اور اثر انگیزی کا یہ تاریخی واقعہ ہے کہ اس کے ماں جائے حضرت عیاش بن ابی ربیعہ مخزومی ابتدائی مکی مسلمانوں میں تھے[۷۹] اور کچھ مدت کے بعد اس دشمن دین کے حقیقی بھائی حضرت سلمہ بن ہشام نے اسلام قبول کرلیا تھا۔ ہجرت حبشہ کی تھی اور پھر واپس آکر مکہ میں جنگ خندق تک قید وبند کی صعوبت اٹھائی تھی۔[۸۰] ان کے سوا دوسرا مخزومی خاندان حضرت ابوسلمہ بن عبد الاسد کا تھا جو ان کی اہلیہ محترمہ اور ان کے متعدد فرزندوں اور دختروں پر مشتمل تھا۔ ان میں سے صرف حضرت سلمہ کا ذکر ماخذ میں صراحت کے ساتھ آتا ہے باقی کے بارے میں معلومات صرف انساب وطبقات کی کتابوں سے ملتی ہیں۔ ان کے مطابق حضرت سلمہ کی شادی مدنی عہد میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ بن عبد المطلب کی ایک دختر سے کی تھی۔ ان کے علاوہ حضرت عمر بن ابی سلمہ اور حضرت دُرّہ اور حضرت زینب دو صاحبزادیاں بھی تھیں۔ حضرت ام سلمہ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی کے بعد یہ تمام اولادیں دامانِ تربیت رسالت میں آگئی تھیں۔ اس طرح یہ خاندان کم از کم چھ افراد پر مشتمل تھا اور غالباً یہ سب مکی عہد کے مسلم تھے کیونکہ سربراہِ خاندان کا ہجرت کے بعد جلد ہی انتقال ہوگیا تھا۔[۸۱]

ایک اور مخزومی خاندان جو ابتدا ہی میں اسلام سے روشناس ہوا تھا حضرت ارقم بن ارقم مخزومی کا تھا۔ عام طور سے ان کو مکی عہد میں کم عمر بتایا جاتا ہے لیکن اس حقیقت کے بعد کہ انھوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تحریک کی ابتدا میں اپنا گھر بطور مرکزِ اسلام پیش کیا تھا معلوم ہوتا ہے کہ وہ نہ صرف کافی عمر کے تھے بلکہ خاصے اثر ورسوخ کے مالک تھے جس کے سبب انھوں نے ابوجہل کی مخالفت مول لینے کی جرأت بھی کی تھی۔[۸۲]

دوسرے مخزومی مسلم گھرانوں میں حضرات شماس (عثمان) بن عثمان بن شرید، ہبار بن سفیان بن عبد الاسد اور ان کے برادر حقیقی عبد اللہ ہاشم/ہشام بن ابی حذیفہ بن مغیرہ، عمر بن سفیان اور اور عبید اللہ بن سفیان اور موخر الذکر کے متعدد بھائیوں اور عزیزوں کے نام ملتے ہیں۔ یہ تمام مسلمان

مہاجرین حبشہ اور بعد میں مہاجرین مدینہ میں شامل تھے۔[۹۳]

بنو مخزوم کا بطن کافی بڑا تھا لہٰذا ان کے موالی اور حلفاء بھی بہت رہے ہوں گے لیکن ان میں سے صرف چند خاندانوں اور افراد کا ذکر ملتا ہے۔ ان میں ایک خاندان حضرت عمار بن یاسر عنسی کا تھا جو ان کے والدین حضرت یاسر اور حضرت سمیہ اور کم از کم ایک بھائی عبداللہ پر مشتمل تھا۔[۹۴] قیاس ہے کہ ان میں اور افراد بھی مکی مسلم رہے ہوں گے۔ ان کے علاوہ حضرت معتب بن عوف خزاعی اور دو گمنام حلیف بھی مکی عہد کے مسلم تھے۔[۹۵] یہ نتیجہ نکالنا قطعی صحیح ہے کہ ان کے اور بھی حلیف اور موالی اس عہد میں اسلام لائے تھے۔

بنو تیم

حضرت ابوبکر صدیق کے خاندان میں سب سے اہم مکی مسلم گھرانا خود ان کا اپنا تھا جو لگ بھگ دس گیارہ افراد پر مشتمل تھا۔ ان میں سربراہِ خاندان کے علاوہ ان کی دو دختران گرامی حضرت اسماء اور حضرت عائشہ کا قبول اسلام تو مشہور ہے مگر ان کی اہلیہ حضرت ام رومان ایک کتخدا بہن ام کلثوم، ایک کتخدا فرزند عبداللہ اور ان کی اہلیہ عاتکہ بنت زید عدوی اور ایک ناکتخدا اور نامعلوم دختر اور والدہ محترمہ ام الخیر کے قبول اسلام کا تذکرہ سیرت و تاریخ کے مآخذ میں عام طور سے نہیں پایا جاتا۔ موخر الذکر خاتون اپنے کافر شوہر ابو قحافہ کی خدمت مکی عہد میں کرتی رہی تھیں اور ہجرت کے وقت حضرت ابوبکر صدیق کی ایک کمسن بچی ان کی دیکھ بھال کے لیے چھوڑ دی گئی تھی۔[۹۶] خاندان صدیقی کے ایک حلیف حضرت صہیب بن سنان نمری قاسطی اور ایک مولیٰ حضرت عامر بن فہیرہ بھی قدیم الاسلام تھے اور غالباً ان کے اپنے خاندان بھی تھے۔[۹۷]

بنو تیم کا دوسرا مسلم مکی گھرانا حضرت طلحہ بن عبیداللہ تیمی کا تھا جو حضرت ابوبکر صدیق کے بہنوئی تھے کہ ان سے کم معروف حضرت ام کلثوم بنت ابو قحافہ منسوب تھیں۔ ان کا خاندان متعدد افراد پر مشتمل تھا اور وہ سب کے سب مکی مسلمان اور مہاجرین مدینہ تھے جن میں ان کی والدہ ماجدہ بھی شامل تھیں۔ زبیری نے ان کے کم از کم نو فرزندوں اور متعدد دختروں کا ذکر کیا ہے۔ ان کے دو بھائی مالک اور عثمان بھی تھے لیکن واضح شہادت کی غیر موجودگی میں یہ کہنا مشکل ہے کہ ان میں سے کتنے مکی تھے اور کتنے مدنی۔[۹۸]

ایک اور مکی مسلم گھرانا حضرت حارث بن خالد تیمی کا تھا جس میں ان کی صرف اہلیہ حضرت ریطہ

بنت حارثہ کا ذکر ملتا ہے۔ ایک اور فرد حضرت عمرو بن عثمان تیمی تھے۔ یہ سب مہاجرین حبشہ میں شامل تھے۔ حبشہ میں حارث تیمی کے ایک فرزند موسیٰ اور تین صاحبزادیاں عائشہ زینب اور فاطمہ پیدا ہوئی تھیں۔ بعد میں یہ سب مہاجرین مدینہ میں شامل ہوئے تھے۔[۸۹]

اس طرح کم از کم چھ خاندان بنو تیم میں مکی عہد میں مسلمان ہوئے تھے۔ یہ قطعی ہے کہ ان کے علاوہ بھی اس قریشی بطن میں مسلمان رہے ہوں گے۔ مگر ان کا ذکر نہیں ملتا یہی حال ان کے موالی اور حلفاء کا ہے بہر حال کم از کم اس خاندان میں تین ساڑھے تین درجن مکی مسلمان تھے۔ مزید تحقیق سے ان کی تعداد میں مزید اضافہ ممکن ہے مگر کمی کا امکان نہیں۔

بنو عدی

اگرچہ بنو تیم کی مانند بنو عدی کا خاندان بھی قریشی اشرافیہ اور مکی معاشرہ میں صف دوم کا شمار ہوتا تھا تاہم اسلام قبول کرنے کے معاملہ میں اس کا شمار صف اول کے خاندانوں اور گروہوں میں ہونا چاہیئے۔ ان کا سب سے قدیم مکی مسلم گھرانا حضرت سعید بن زید عدوی کا تھا جو ان کی اہلیہ پر مشتمل تھا جو حضرت عمر فاروق کی بہن تھیں۔ حضرت سعید کی ایک بہن حضرت عاتکہ بھی قدیم مکی مسلم تھیں اور حضرت ابوبکر صدیق کے فرزند اصغر حضرت عبداللہ کو بیاہی تھیں۔ یہ دونوں مہاجرین مدینہ میں شامل تھے۔ اس خاندان کے دوسرے افراد بالخصوص ان کے بھائیوں اور صاحبزادوں کے قبول اسلام کے عہد پر ہمارے مآخذ عموماً کوئی روشنی نہیں ڈالتے۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قدیم احناف کا یہ پورا خاندان مسلمان ہوگیا تھا۔[۹۰]

بنو عدی کا دوسرا گھرانا حضرت نُعیم بن عبداللہ النحام کا تھا جو ابتداء ہی میں اسلام لایا تھا۔ وہ بہت مالدار با اثر اور مقبول شخص تھے ان کے خاندان و متوسلین کی تعداد کا اندازہ اس روایت سے کیا جاسکتا ہے کہ صلح حدیبیہ کے زمانے میں جب انھوں نے ہجرت کی تھی تو ان کے خاندان کے کل چھوٹے بڑے افراد چالیس تھے جو ان کے ساتھ نقل مکانی کرکے مدینہ گئے تھے۔ ان میں سے حضرت ابراہیم بن نعیم، ان کی زوجہ حضرت زینب بنت حنظلہ اور موخر الذکر کی ایک پھوپھی حضرت جرباء بنت مسامہ اور حضرت نعیم کی ایک دختر امہ کا شمار مکی مسلمانوں میں کیا گیا ہے۔[۹۱]

ایک اور مکی مسلمان تھے حضرت سلیمان بن ابی حثمہ عدوی تھے اور ان کی والدہ حضرت شفاء بنت عبداللہ بن عبد شمس دوسری مکی مسلم تھیں۔ ان کے شوہر ابو حثمہ کا مکہ میں انتقال ہو چکا تھا۔ ان دونوں

مکی مسلمانوں نے بعد میں مدینہ ہجرت کی تھی۔[۹۲]

ان کے علاوہ دوسرے مکی مسلمانوں میں خاندان بنو عدی کے متعدد گھرانوں کے بہت سے افراد شامل تھے جن میں حضرات معمر بن عبداللہ، عدی بن نضلہ اور ان کے فرزند نعمان بن عدی، عروہ بن ابی اثاثہ، مسعود بن سوید، عبداللہ بن سراقہ اور ان کے بھائی عمرو اور حضرت خارجہ بن حذافہ ممتاز تھے۔ حضرت ارنب بنتِ عفیف جیسی بعض خواتین کا بھی ابتدائی مکی مسلمانوں میں شمار ہوتا ہے۔ مذکورہ بالا مسلمانوں کے علاوہ بعض اور مردوں اور عورتوں کا ذکر بھی ملتا ہے۔[۹۳]

لیکن بنو عدی کا سب سے اہم اور دوررس نتائج کا حامل قبولِ اسلام حضرت عمر فاروق کا تھا۔ ان کا اور ان کے بھائی حضرت زید بن خطاب کا پورا گھرانا مکہ ہی میں اسلام قبول کر چکا تھا۔ حضرت عمر کے خاندان میں ان کے فرزند حضرت عبداللہ، ان کی دختر نیک اختر حضرت حفصہ اور ان کی اہلیہ محترمہ حضرت زینب بنت مظعون جمحی جو خاندان بنو جمح کے ابتدائی اور عظیم مسلم حضرت عثمان بن مظعون کی حقیقی بہن تھیں، کے قبول اسلام کا سراغ تو قطعی ہے۔ حضرت عمر کے متعدد فرزندان گرامی تھے ان میں حضرات عبدالرحمٰن اکبر، زید، عاصم اور عبیداللہ بھی تھے اور ان میں سے بیشتر عہد نبوی کے مسلم تھے۔[۹۴] حضرت زید بن خطاب، ان کی اہلیہ اور کم از کم ایک فرزند مکی مسلم تھے۔[۹۵] امکان ہے کہ ان دونوں عدوی خانوادوں کے اور افراد بھی مکی مسلمانوں میں شامل رہے ہوں۔ اس قیاس کی تائید اس حقیقت سے ہوتی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب کے ایک غلام حضرت مہجع نہ صرف قدیم مکی مسلم اور مہاجر مدینہ تھے بلکہ اولین شہید بدر بھی تھے۔[۹۶] چونکہ حضرت عمر مکہ کے مسلمانوں میں مالدار ترین اور عظیم ترین شیوخ میں تھے اس لیے ان کے اور موالی اور غلاموں کے امکان کو خارج از حقیقت نہیں قرار دیا جا سکتا۔ حضرت زنیرہ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ حضرت عمر کے گھرانے کی کنیز تھیں۔ ان کے سوا دوسری کنیز حضرت لبینہ تھیں جو غالباً اسی خاندان سے وابستہ تھیں اور ان دونوں نے حضرت عمر کے قبول اسلام سے قبل اسلام لانے کے سبب ان کے ہاتھوں بہت مار کھائی تھی۔[۹۷] اس طرح بنو عدی کے صرف یہ دونوں گھرانے تیرہ چودہ افراد پر مشتمل تھے۔

بنو عدی کے حلفاء میں بنو بکیر / کنانہ کا خاندان کافی بڑا تھا۔ ان میں چار بھائیوں — حضرات عامر، خالد، عاقل اور ایاس — کے عہد مکی میں قبول اسلام کا واضح ذکر مآخذ میں ملتا ہے۔ یہ صریحی بات ہے کہ اس حلیف خاندان میں مرد و زن پر مشتمل دوسرے متعدد افراد بھی تھے۔ ابن سعد کی روایت ہے کہ ان چاروں بھائیوں نے دار ارقم میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک

پر سب سے پہلے بیعت کی تھی اور پھر مکہ سے جب مدینہ ہجرت کی تھی تو اپنے تمام مردوں اور عورتوں کو ساتھ لے گئے تھے اور چونکہ ان کے گھروں میں کوئی نہیں بچ رہا تھا اس لیے وہ مقفل کر دیے گئے تھے حیرت کی بات ہے کہ ان چاروں کی ازواج و اولاد، موالی اور غلاموں کا کوئی تذکرہ ابن سعد وغیرہ نے نہیں کیا ہے۔ البتہ ان میں سے عاقل اور خالد کی عمریں بوقت ہجرت تیس[۳۰] اور تیس[۳۰] سال ہونے کا حوالہ دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایاس اور عامر ان سے دو دو برس چھوٹے تھے۔ اس لیے اس عمر کے لوگوں کی ازواج و اولاد ہونا لازمی امر ہے[۹۸]۔

اس قریشی خانوادہ کے دوسرے حلفا میں حضرات واقد بن عبداللہ تمیمی، خولی بن ابی خولی اور ان کے بھائی مالک بن ابی خولی، عامر بن ربیعہ عنزی اور ان کی اہلیہ محترمہ حضرت لیلیٰ بنت ابی حثمہ کے قبول اسلام اور ہجرت مدینہ کا صریح ذکر مآخذ میں آیا ہے۔ اگرچہ حضرت واقد کے بارے میں ابن سعد نے کہا ہے کہ ان کی وفات کے بعد ان کی نسل نہیں چلی تاہم ان کی زندگی میں ان کے متعلقین کی موجودگی سے انکار نہیں کیا جا سکتا[۹۹]۔ حضرت خولی کے بارے میں ابن سعد ہی کی مختلف روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کم از کم ایک ورنہ دو بھائی ہلال بن ابی خولی اور عبداللہ اور ان کے ایک گمنام فرزند بھی تھے جو راویوں کے اختلاف کے مطابق غزوہ بدر میں شریک ہوئے تھے۔ ان چار خاندانوں میں آٹھ مردوں کا ذکر تو صراحت سے ملا ہے ظاہر ہے کہ ان میں اور بھی افراد خصوصاً عورتیں اور بچے بھی رہے ہوں گے[۱۰۰]۔ قرینہ یہی ہے کہ بنو عدی کے حلیفوں کی تعداد خاصی وقیع تھی (دوسری قسط اگلے شمارہ میں)

تعلیقات و حواشی

[۱] ابن اسحاق، سیرت رسول اللہ، انگریزی ترجمہ الفریڈ گیوم، لندن ۱۹۵۵ء صـ ۱۱۱-۱۱۵؛ طبری، تاریخ الرسل والملوک قاہرہ ۱۹۶۱ء دوم صـ ۳۰۹-۱؛ بلاذری، انساب الاشراف، قاہرہ ۱۹۵۹ء، اول صـ ۱۱۲-۱۱۳؛ نیز ملاحظہ ہو ابن ہشام، سیرۃ النبی، دار الفکر قاہرہ ۱۹۳۸ء، اول صـ ۲۲۴-۲۶۷ وغیرہ۔

[۲] ابن اسحاق، صـ ۱۱۵؛ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، بیروت ۵۸-۱۹۵۶ء، سوم صـ ۵۵، صـ ۱۰۲، صـ ۱۲۴، صـ ۱۳۴، صـ ۲۱۵

[۳] ابن اسحاق، اردو ترجمہ نور الٰہی، نقوش رسول نمبر ۱۱ جنوری ۱۹۸۵ء، صـ ۱۸۶-۱۸۷؛ انگریزی ترجمہ صـ ۱۲۶

[۴] ایضاً صـ ۲۳۹-۲۴۳؛ انگریزی ترجمہ صـ ۱۴۷ [۵] ابن اسحاق، انگریزی ترجمہ صـ ۲۱۴-۲۱۵ وغیرہ

[۶] ابن اسحاق، انگریزی ترجمہ صـ ۱۴۴-۱۴۵

[۷] لیون کیتانی (Leon Caetani) ANNALI DELL' ISLAM، ملان ۱۹۰۵ء جلد اول صـ ۵۱۵-۵۱۷ وغیرہ بحوالہ مونٹگمری واٹ صـ ۱۷۰

۸ء مونٹگمری واٹ *Muhammad At Mecca*، آکسفورڈ ۱۹۵۳ء، ص ۷۹-۱۷۱

۹ء ڈبلو ایچ مورلینڈ، *India at the Death of Akbar*، لندن ۱۹۲۰ء، ص ۲۲-۹ میں ہندوستان کی کل آبادی کے تخمینہ کے لیے سب سے پہلے یہ اصول وضع کیا جسے بعد میں مورخین نے قبول یا مسترد کیا۔ بحث کے لیے ملاحظہ ہو *Cambridge Economic History of India* مرتبہ بپن رائے چودھری اور عرفان حبیب، اورینٹ لانگ مین، دہلی ۱۹۸۴ء جلد اول، باب ششم بر آبادی ص ۱۶۳-۱۶۴

۱۰ء برکات احمد، *Muhammad and the Jews* نئی دہلی ۱۹۷۹ء، ص ۴۳

۱۱ء ملاحظہ ہو حاشیہ ۱۔ ابن اسحاق اور ابن ہشام نے حضرت علی بن ابی طالب کو اولین مسلم قرار دیا ہے، جو آج مورخین کو تسلیم نہیں ہے۔ ماخذ کے مطابق حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اولین مسلم تھیں۔

۱۲ء ابن اسحاق اردو ترجمہ ص ۱۴۴ ۱۳ء ملاحظہ ہو حاشیہ ۲ ۔ ابن ہشام، سیرۃ النبی، اول ص ۹-۲۶۷

۱۴ء ابن اسحاق، انگریزی ترجمہ ص ۷-۱۱۶، ابن ہشام، سیرۃ النبی، اول ص ۷۴-۲۶۹

۱۵ء ایضاً ص ۱۱۷؛ ابن ہشام، سیرۃ النبی، اول ص ۲۷۴ میں یہ واضح بیان ملتا ہے۔ جس کی تائید بعض دوسرے مصادر سے بھی ہوتی ہے۔ ۱۶ء ابن اسحاق انگریزی ترجمہ ص ۵-۱۴۳

۱۷ء ابن اسحاق انگریزی ترجمہ ص ۹-۱۵۵، ابن سعد، سوم ص ۲۶۹۔ موخر الذکر نے اپنی ایک روایت میں چالیس پینتالیس کی تعداد بتائی ہے اور دوسری روایت میں پینتالیس مردوں اور گیارہ عورتوں کی تصریح کی ہے۔

۱۸ء ابن اسحاق، ص ۱۳۶ ۱۹ء ابن اسحاق، ص ۸-۱۴۷ ۲۰ء ایضاً

۲۱ء مونٹگمری واٹ، محمد ایٹ مکہ، ص ۱۱۱-۱۱۰

۲۲ء ابن اسحاق، ص ۵-۱۴۴ اور ص ۷-۱۶۱۔ نیز ملاحظہ ہو شبلی نعمانی، سیرت النبی، اعظم گڑھ ۱۹۸۳ء، ص ۲۳۶

۲۳ء مثلاً حضرت عبداللہ النحام عدوی، عیاش بن ابی ربیعہ مخزومی، سلمہ بن ہشام مخزومی، ابوجندل وغیرہ، ملاحظہ ہو ابن سعد، چہارم ص ۱۳۸، ص ۲۱۳ وغیرہ

۲۴ء ابن اسحاق انگریزی ترجمہ ص ۵۴۵ اور ص ۵۵۷؛ نیز ملاحظہ ہو میری کتاب عہد نبوی میں تنظیم ریاست و حکومت نقوش رسول نمبر پنجم ص ۴۴۳ اور دوازدہم ص ۱۸۴ حاشیہ ۳۶۴

۲۵ء ابن اسحاق انگریزی ترجمہ ص ۷-۵۰۶؛ واقدی، کتاب المغازی، آکسفورڈ ۱۹۶۶ء، ص ۹-۶۲۴ اور طبری، تاریخ دوم ص ۹-۶۳۸ نیز عہد نبوی میں تنظیم ریاست و حکومت، نقوش رسول نمبر جلد دوازدہم ص ۳-۱۳۲، حاشیہ ۲۷۲

۲۶ء مونٹگمری واٹ، مذکورہ بالا، ص ۱۵۰ ۲۷ء ایضاً ص ۷۹-۱۷۱ ۲۸ء ایضاً ص ۱۵۰ وغیرہ

۲۹ء محمد حمید اللہ، محمد رسول اللہ، اردو ترجمہ نذیر حق، نقوش رسول نمبر دوم لاہور ۱۹۸۲ء، ص ۵۷۱

۳۰ھ عرب خاندانی نظام کے مطابق ناکتخدا بیٹی باپ کے خاندان کی اور کتخدا شوہر کے خاندان کی فرد شمار ہوتی تھی۔ اگرچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کی شادی کے بارے میں مآخذ میں یہ روایات ملتی ہیں کہ ان میں سے کم از کم تین کی شادی (یا نکاح) قبل بعثت ہوگیا تھا مگر یہ روایات زیادہ صحیح نہیں معلوم ہوتیں۔ لیکن اگر ان کو صحیح تسلیم بھی کرلیا جائے تو بھی مکی مسلمانوں کی عددی قوت سے متعلق اعداد و شمار میں فرق نہیں پڑتا کہ وہ خاندان رسالت کے افراد و ارکان نہ سہی مگر مسلم تو تھیں۔ پھر یہ حقیقت بھی ہے کہ حضرت زینب کے سوا باقی صاحبزادیاں اپنی دوسری/پہلی شادی تک آپ کے خاندان کے ارکان میں شمار ہوتی تھیں۔ مثلاً حضرت فاطمہ پورے مکی عہد میں اپنے والد ماجد کے گھرانے میں رہیں۔ جبکہ حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم ابولہب کے فرزندوں سے منسوب ہونے کے بعد بھی میکہ میں رہی تھیں کہ ان کی رخصتی نہیں ہوئی تھی۔ البتہ حضرت عثمان سے شادی کے بعد حضرت رقیہ اپنی سسرال چلی گئی تھیں۔ ملاحظہ ہو بلاذری، انساب الاشراف، اول ص۴۰۵-۳۹۶؛ ابن سعد، ہشتم ص۳۹-۱۹ نیز ابن اسحاق اردو ترجمہ ص۲۶۲

۳۱ھ ابن اسحاق اردو ترجمہ ص۲۶۲

۳۲ھ ابن حجر، الاصابہ فی تمیز الصحابہ، مصر ۱۹۳۹ء، ۱۵۰۱؛ نیز ملاحظہ ہو شبلی نعمانی، سیرت النبی، اول ص۲۱۱

۳۳ھ ابن اثیر، اسد الغابہ، طہران ۱۳۷۷ھ جلد سوم ص۵۰؛ طبری، تاریخ، سوم ص۲۲۸۔ اندازہ ہے کہ پہلے دو شوہروں سے حضرت خدیجہ کی اور اولاد بھی رہی ہوگی جیسا کہ حضرت حارث اور حضرت طاہر کے ضمن میں معلوم ہوتا ہے۔ موخر الذکر کو ابن سعد نے شمار نہیں کیا ہے۔

۳۴ھ ابن اسحاق اردو ترجمہ ص۷۶؛ انگریزی ترجمہ ص۸۲؛ انساب الاشراف اول ص۴۶۷

۳۵ھ ابن سعد، چہارم ص۴-۷۳؛ انساب الاشراف، اول ص۸-۴۷۷

۳۶ھ ابن سعد، سوم ص۵-۴۹؛ انساب الاشراف، اول ص۹-۴۷۸

۳۷ھ ابن سعد، سوم ص۴۹؛ انساب الاشراف، اول ص۴۷۸

۳۸ھ ابن سعد، سوم ص۴۸؛ انساب الاشراف، اول ص۴۷۸

۳۹ھ انساب الاشراف، اول ص۴۸۲

۴۰ھ ابن اسحاق، انگریزی ترجمہ ص۵-۱۱۴؛ ابن ہشام، سیرۃ النبی، دار الفکر قاہرہ ۱۹۳۷ء اول ص۲۶۵؛ اسد الغابہ دوم، ص۷-۲۳۴، نیز ابن سعد، سوم، ص۴۴

۴۱ھ بلاذری، انساب الاشراف، اول ص۲۶۹؛ ابن سعد، ہشتم ص۲۲۳

۴۲ھ ابن سعد، سوم ص۶۱ اور ص۷۲؛ انساب الاشراف، اول ص۲۶۹ اور ص۷۶-۴۷۳

۴۳ھ ابن سعد، چہارم ص۳۴؛ ابن اسحاق، انگریزی، ص۱۱۶؛ زبیری، نسب قریش، قاہرہ ۱۹۵۳ء، ص۳۹

۴۴ ابن اسحاق، انگریزی، ص۱۱۴؛ ابن سعد، سوم ص۲۲-۲۱

۴۵ ابن سعد، ہشتم ص۸۱-۲۸۰؛ ابن اسحاق انگریزی، ص۱۴۶؛ زبیری، ص۸؛ اصابہ نسار ع۵۱

۴۶ زبیری، ص۴؛ اصابہ، نسار ع۳۱۷- بعد میں انھوں نے دوسرے مسلمانوں کے ساتھ مدینہ منورہ کو ہجرت بھی کی تھی۔

۴۷ ابن سعد، سوم ص۹-۸؛ ابن اسحاق اردو ترجمہ ص۸-۱۷۹

۴۸ ابن سعد، سوم ص۹-۸ نے ان کی کم از کم تین ازواج کا ذکر کیا ہے۔ ان میں سے بنت الملہ بن مالک اوسی اور خولہ بنت قیس بخاری خزرجی ان کی مدنی بیویاں تھیں۔ مگر سلمٰی بنت عمیس جو حضرت جعفر بن ابی طالب کی بیوی اسمار بنت عمیس کی حقیقی بہن تھیں یقینی طور سے مکی بیوی تھیں۔ ان سے ایک بچی امامہ تھیں جو مکی مسلم تھیں اور مکہ میں ہی رہ گئی تھیں اور فتح مکہ کے بعد مدینہ آئی تھیں۔ حضرت حمزہ کے کم از کم آٹھ اولادیں ہوئیں۔ ان میں سے امامہ مکی تھیں بقیہ غالباً سب مدنی اولادیں تھیں۔

۴۹ ابن اسحاق انگریزی، ص۴-۱۰۳؛ ابن سعد، چہارم ص۱۱-۱۰

۵۰ اس بحث کے لیے ملاحظہ ہو میری کتاب عہد نبوی میں تنظیم ریاست وحکومت، نقوش رسول نمبر جلد پنجم ص۳۱۲ جلد دوازدہم ص۶۱-۱۶۰

۵۱ ابن سعد، سوم ص۷-۴؛ اسد الغابہ، اول ص۱۲۹ اور ص۱۳۵؛ مونٹگمری واٹ، محمد ایٹ مکہ، ص۱۷۱

۵۲ ابن اسحاق انگریزی ص۱۱۶ وبعد؛ ابن سعد، سوم ص۵۳-۵۰؛ زبیری، ص۹۵-۹۳؛ ابن حزم اندلسی جمہرۃ انساب العرب، قاہرہ ۱۹۴۸ء ص۶۷-۶۶

۵۳ مذکورہ بالا

۵۴ مونٹگمری واٹ، محمد ایٹ مکہ ص۸۸

۵۵ زبیری، ص۹۵؛ ابن سعد، سوم ص۵۳؛ اصابہ ع۹۳۵؛ اسد الغابہ، چہارم ص۳۵۵؛ اصابہ نسار ع۱۴۹۷ مونٹگمری واٹ، محمد ایٹ مکہ ص۸۹

۵۶ زبیری، ص۳-۹۲؛ اصابہ ع۷۲۳۵ اور ع۱۲۵۶؛ نیز ملاحظہ ہو میری کتاب مذکورہ بالا باب پنجم بحث برطعمہ بنی

۵۷ زبیری، ص۹۷-۹۵

۵۸ اس بحث کے لیے ملاحظہ ہو راقم سطور کا مضمون "بنو ہاشم اور بنو امیہ کی رقابت کا تاریخی پس منظر" برہان - دہلی جنوری ۱۹۸۰ء۔

۵۹ ابن سعد چہارم ص۱۰۲-۱۰۰ کی روایت ہے کہ حضرت عمرو بن سعید نے دوسری ہجرت حبشہ کے بعد اسلام لائے تھے اور مکہ سے ہجرت کر کے اپنے بھائی خالد بن سعید کے پاس حبشہ چلے گئے تھے مگر محمد بن حبیب بغدادی کتاب المنمق، حیدرآباد دکن ۱۹۶۴ء ص۸-۳۵۷ کا خیال ہے کہ دونوں بھائیوں نے ساتھ ساتھ اسلام

قبول کیا تھا۔ ابن اسحاق (انگریزی) ص۱۱۶ اور ص۱۴۶ نے اول الذکر ابتدائی چھیالیس مسلمانوں کی فہرست میں شمار نہیں کیا ہے جبکہ موخر الذکر کو کیا ہے لیکن دوسری ہجرت حبشہ میں ان دونوں کو شامل قرار دیا ہے۔ نیز ملاحظہ ہو زبیری، ص۱۷۴ سنہ۶۰ ابن سعد، چہارم ص۱۱۸

سنہ۶۱ ابن اسحاق انگریزی، ص۱۱۶، ص۱۴۶، ص۱۶۷؛ ابن سعد، سوم ص۶-۵۵؛ ابن سعد، ہشتم، ص۷-۳۶؛ زبیری، ص۱۰۱ سنہ۶۲ ابن سعد، ہشتم ص۴۲

سنہ۶۳ زبیری، ص۵-۱۰۴ اور ص۱۵۶۔ حضرت رملہ کے قبول اسلام پر ہند بنت عتبہ بن ربیعہ نے طنز کیا تھا۔ زبیری نے اس کا حوالہ دیا ہے اور ان کے دو شعر بھی نقل کیے ہیں۔

سنہ۶۴ ابن اسحاق، انگریزی، ص۱۱۶، ص۱۴۶ اور ص۱۶۷؛ ابن سعد، سوم ص۱۸۴؛ زبیری، ص۱۵۳

سنہ۶۵ ابن سعد، سوم سنہ۶۶ ابن اسحاق انگریزی، ص۱۴۶ اور ص۵۲۷؛ ابن سعد، ہشتم؛ زبیری ص۴-۱۲۳

سنہ۶۷ مذکورہ بالا سنہ۶۸ ابن اسحاق، انگریزی ترجمہ ص۱۱۶، ص۱۴۶ اور ص۲۱۵؛ ابن سعد، سوم ص۹۰-۸۹ چہارم ص۴-۱۰۲ سنہ۶۹ ایضاً سنہ۷۰ مذکورہ بالا۔

سنہ۷۱ ابن سعد، ہشتم ص۶-۴۵۔ جیسا کہ نام ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں۔

سنہ۷۲ ابن سعد، چہارم ص۷-۱۱۶؛ اسد الغابہ، جلد چہارم ص۳۰۴

سنہ۷۳ ابن اسحاق (انگریزی) ص۷-۳۱۶؛ زبیری ص۸-۱۵۷؛ ابن سعد، ہشتم ص۴۰-۳۹

سنہ۷۴ طبری، تاریخ، پنجم ص۳-۴۸۲ میں اس تعداد کا حوالہ واقعہ حرہ سنہ۶۳ھ کے پس منظر میں کیا گیا ہے۔

سنہ۷۵ زبیری، ص۱۹۷؛ طبری، دوم ص۶-۳۴؛ مونٹگمری واٹ، مذکورہ بالا، ص۸-۶

سنہ۷۶ ابن اسحاق، انگریزی، ص۱۴۶ اور ص۳۲۸؛ ابن سعد، سوم ص۹-۹۸ اور ص۱۰۰

سنہ۷۷ ابن اسحاق، انگریزی، ص۱۹۴ اصل میں یہ طبری کی روایت ہے؛ زبیری، ص۲۰۰

سنہ۷۸ انساب الاشراف، اول ص۶-۱۲۵

سنہ۷۹ ابن اسحاق، انگریزی، ص۱۱۶، ص۱۴۶، ص۱۶۷ وغیرہ؛ ابن سعد، چہارم ص۱۲۹؛ زبیری، ص۸-۳۱۷

سنہ۸۰ ابن اسحاق، انگریزی، ص۱۱۶، ص۱۴۶، ص۱۶۷، ابن سعد، چہارم ص۳۱-۱۳۰؛ زبیری، ص۳-۳۰۲، اصابہ ۳۰۰۳

سنہ۸۱ ابن اسحاق، انگریزی ص۱۱۶، ابن سعد، سوم ص۴۰-۲۳۹؛ زبیری، ص۸-۳۲۷؛ اصابہ ع۷۷۴؛ نساء ع۱۳۰۲ اور ع۲۲۷۶

سنہ۸۲ ابن اسحاق، انگریزی ص۱۱۶؛ ابن سعد، سوم ص۲۴۲؛ زبیری، ص۳۳۴؛ اصابہ ع۷۴۳ نیز ملاحظہ ہو مونٹگمری واٹ، مذکورہ بالا ص۹۳۔

۸۳ ابن اسحاق، انگریزی، ص ۱۴۷؛ ابن سعد، چہارم ص ۱۳۵؛ زبیری، ص ۳۲۸ اور ص ۳۴۲؛ اصابہ ع ۳۹۱۴۔ عبداللہ کے ایک اور بھائی عبیداللہ بن سفیان کا ذکر زبیری نے کیا ہے اور اس پر یہ اضافہ کیا ہے کہ دوسری ماں سے ان کے سات بھائی تھے۔ اس طرح صرف اس گھرانے میں کل گیارہ افراد مسلمان تھے۔

۸۴ ابن اسحاق، انگریزی ص ۱۱۶ وغیرہ؛ ابن سعد، سوم ص ۲۴۶-۷؛ چہارم ص ۱۳۶

۸۵ ابن اسحاق، انگریزی ص ۱۴۷؛ ابن ہشام، سیرۃ النبی، اول ص ۲۶۹-۷۰ ان کا ذکر ملاحظہ کیجئے۔

۸۶ ابن اسحاق، انگریزی ص ۱۱۶ وغیرہ؛ زبیری، ص ۲۷۵-۶؛ ابن سعد، سوم ص ۱۶۹ وغیرہ؛ ہشتم ص ۲۷۶، ابن حزم جمہرہ، ص ۱۲۶؛ اصابہ ع ۴۵۶۸

۸۷ ابن اسحاق، انگریزی ص ۱۱۶؛ ابن حزم، جمہرہ ص ۱۲۶؛ زبیری، ص ۲۷۵؛ ابن سعد، سوم ص ۲۲۶ اور ص ۲۳۰

۸۸ ابن اسحاق، انگریزی ص ۱۱۵؛ ابن سعد، سوم ص ۲۱۴-۶؛ زبیری، ص ۲۸۰-۱؛ اصابہ ع ۴۲۶۶

۸۹ ابن اسحاق، انگریزی ص ۱۴۷؛ زبیری، ص ۲۹۴؛ ابن سعد، چہارم ص ۱۲۸

۹۰ ابن اسحاق، انگریزی ص ۱۱۶، ص ۱۵۵-۶؛ زبیری، ص ۳۶۵؛ اصابہ ع ۳۲۵۴، نساء ع ۶۹۲؛ ابن سعد، سوم ص ۲۷۹-۸۵ موخرالذکر نے حضرت سعید بن زید کی سات آٹھ بیویوں اور متعدد اولاد ذکور واناث کا ذکر کیا ہے۔ ان کی وفات سنہ ۵۰ھ یا سنہ ۵۱ھ میں پچھتر سال کی عمر میں ہوئی جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہجرت کے وقت پچیس سال کے تھے۔

۹۱ ابن اسحاق، انگریزی ص ۱۱۶ وغیرہ؛ ابن سعد، چہارم ص ۱۳۸-۹؛ زبیری، ص ۳۸۰-۸۱؛ اصابہ ع ۸۷۷۷؛ ع ۴۰۴؛ ن، ع ۴۷۵؛ ع ۱۸۶۱؛ ع ۱۱۸ اور ع ۸۶ بالترتیب۔

۹۲ زبیری، ص ۳۶۸؛ اصابہ ن، ع ۶۱۹؛ ع ۳۶۴۰

۹۳ ابن اسحاق ص ۱۲۶؛ ابن سعد، چہارم ص ۱۳۹-۴۲، ص ۱۸۸-۹؛ زبیری، ص ۳۶۷، ص ۳۸۱-۸۲؛ اصابہ ع ۵۴۸۳، ع ۸۷۴۸، ع ۵۷۵۱، ص ۵۵۰۸؛ نساء، ع ۲۷

۹۴ ابن اسحاق، ص ۱۵۵-۹؛ ابن سعد سوم ص ۲۶۵-۷۱ چہارم ص ۱۴۲ وغیرہ؛ ہشتم ص ۸۰-۸۱؛ زبیری؛ اصابہ ع ۲۸۹۱، ع ۴۸۲۵، ع ۵۱۶۵، ع ۲۹۵۳، ع ۶۱۴۹، ع ۶۲۲۲، ع ۶۲۳۵، نساء، ع ۲۹۴

۹۵ ابن سعد، سوم ص ۳۷۷؛ زبیری ص ۳۶۳؛ اصابہ ع ۶۲۰؛ اسد الغابہ، سوم ص ۲۹۵

۹۶ ابن سعد، سوم ص ۳۹۱؛ ابن اسحاق، ص ۳۰۰

۹۷ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو سید سلیمان ندوی، سیرت النبی، اعظم گڑھ سنہ ۱۹۸۳ء، سوم ص ۶۳۷-۸؛ نیز شبلی نعمانی، سیرت النبی، اول ص ۲۳۱ ۹۸ ابن اسحاق، ص ۱۱۶ وغیرہ؛ ابن سعد، سوم ص ۳۸۸-۹ ۹۹ ابن اسحاق ص ۱۱۱، ص ۱۲۶ وغیرہ؛ ابن سعد، سوم ص ۳۹۰-۹۱؛ ہشتم ص ۲۶۷ ۱۰۰ ابن سعد، سوم ص ۳۹۱؛ ابن سعد، چہارم ص ۱۸۸-۹ پر حضرت خارجہ بن حذافہ عدوی کو بھی قدیم مسلمانوں میں شمار کیا ہے۔